مطبوعات ادارۂ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

۱۔ اصطلاحات معاشیات	-/۱۰
۲۔ اصطلاحات نفسیات	-/۱۰
۳۔ اصطلاحات اطلاقی نفسیات	-/۱۰
۴۔ اضافیت کا نظریہ خصوصی ، از جناب خالد لطیف میر	-/۱۶
۵۔ سوئی گیس اور اس کا مصرف ، ڈاکٹر محمد نذیر رومانی	-/۱۵
۶۔ ہم ربطی کیمیا ، ڈاکٹر محمد ظفر اقبال ، ڈاکٹر نصیر احمد	-/۱۰
۷۔ فولاد سازی ، ڈاکٹر فضل کریم و آئی ایچ خان	-/۱۸
۸۔ نظریہ گروپ ، از جناب عبدالحمید	-/۱۴
۹۔ لسونت مادے ، از ڈاکٹر ایم ۔ اے عظیم	۳/۵۰
۱۰۔ جبذ ، از ڈاکٹر ایم ۔ اے عظیم	۳/۵۰
۱۱۔ ایٹم کی ساخت ، از ڈاکٹر شفیق حسین	-/۱۲
۱۲۔ شماریاتی میکانیات ، از ڈاکٹر عبدالبصیر پال	-/۱۰
۱۳۔ مرکزائی کیمیا ، از ڈاکٹر ظفر اقبال	-/۱۵
۱۴۔ فونڈری ٹیکنالوجی ، از ڈاکٹر فضل کریم	-/۴۵
۱۵۔ مرکزائی اشعاع اور زراعت میں ان کی اہمیت ، از ڈاکٹر احمد سعید بھٹی	-/۱۰
۱۶۔ تجاذب اور سیاروی حرکت ، از ڈاکٹر عبدالبصیر پال	-/۱۲
۱۷۔ صنعتی معاشریات ، از پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر	-/۱۰
۱۸۔ قاموس نباتیات ، از جناب وہاب اختر عزیز	-/۱۵
۱۹۔ علم افزائش آبادی کے تکنیکی پیمانے ، از جناب مظہر حسین	-/۱۲
۲۰۔ کیمیائی بند و ساخت ، از ڈاکٹر محمد ظفر اقبال	-/۱۴
۲۱۔ ویکٹر اور ٹینسر ، جناب خالد لطیف میر	-/۲۵
۲۲۔ پاکستان کی معدنی دولت ، از جناب ذوالفقار احمد	-/۲۲
۲۳۔ دھاتیں اور ان کے استعمالات ، از ڈاکٹر فضل کریم	-/۴۵

ملنے کا پتہ :

سیلز ڈپو ، پنجاب یونیورسٹی ، اولڈ کیمپس ، لاہور

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی*

کلام خاقانی میں ہجو و طنز کا عنصر

خاقانی ایران کے عظیم شعرا اور بلغا میں شمار ہوتا ہے - اس کا نام افضل الدین بدیل (ابراہیم) بن علی اور تخلص خاقانی تھا - آغاز میں اس نے حقایقی تخلص کیا - اس کے چچا کافی الدین عمر بن عثمان نے ، جو ایک طبیب اور فلسفی تھا، اسے حسان العجم کے لقب سے نوازا -

شروان میں اس کی ولادت ہوئی - اس کا باپ علی پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھا اور دادا جولاہا تھا - اس کی ماں باورچن تھی ، جو آغاز حال میں عیسائی فرقے نسطوری کی پیروکار تھی اور جیسا کہ خاقانی نے خود تحفۃ العراقین[1] میں ایک جگہ اشارہ کیا ہے ، وہ روم کے قیدیوں میں آئی تھی اور بعد میں مسلمان ہوگئی تھی - خاقانی کوئی پچیس برس تک اپنے چچا کے زیر تربیت و سرپرستی رہا - جس نے اسے مختلف علوم ، ادب ، فلسفہ ، حکمت اور طب کے زیور سے آراستہ کیا - کچھ عرصہ اس نے اس دور کے ایک بڑے شاعر ابوالعلا گنجوی سے بھی ، جو شروان شاہوں کے دربار سے وابستہ تھا ، شاعری میں کسب فیض کیا - جیسا کہ بیان ہوا خاقانی پہلے حقایقی تخلص کرتا تھا لیکن جب ابوالعلا کی وساطت سے اس کی رسائی خاقان اکبر ابوالہیجا منوچہر کے دربار میں ہوئی تو اسے خاقانی کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ اس بادشاہ کے دربار میں اسے خاصی قدر و منزلت حاصل ہوئی، بادشاہ کی قربت میسر آئی اور اس سلسلے میں وہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گیا اور یہی بات آگے چل کر استاد اور شاگرد میں کینہ و کدورت اور ایک دوسرے کی ہجوگوئی پر منتج ہوئی -

ایک مدت کے بعد وہ خراسان کے سفر کے ارادے سے شروان سے رے پہنچا ، لیکن یہاں پہنچ کر وہ بیمار پڑ گیا، پھر اسی دوران میں خراسان پر غزوں[2] کے حملے، سلطان سنجر کی گرفتاری اور امام محمد بن یحییٰ کے قتل کی خبر اس تک پہنچی ، جس کی بنا پر وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکا اور اسے مجبوراً شروان لوٹنا پڑا - واپسی کے کچھ عرصہ بعد وہ شروان شاہ سے اجازت لے کر زیارت مکہ اور حج کے لیے روانہ ہوا۔ اس سفر میں وہ سلطان محمد بن محمود بن ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں حاضر ہوا -

---

* اسسٹنٹ پروفیسر فارسی ، گورنمنٹ کالج ، لاہور -

۱- خاقانی تحفۃ العراقین ، ص ۲۰۷ ببعد -

۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راحۃ الصدور فی آیۃ السرور ، ص ۱۷۷ ببعد -

آخر میں بغداد ، کوفہ اور شام کا سفر کرتے ہوئے ۵۵۲/۱۱۵۷ء میں وطن واپس پہنچا۔ یہاں بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ محبوس رہا - ۵۶۹/۱۱۷۳-۴ء میں اس نے حج کا سفر اختیار کیا - جب حج سے واپس آیا تو اس کا بیس سالہ فرزند رشید الدین (۵۷۱/۱۱۷۵-۶ء) میں فوت ہوگیا ، اس حادثے نے اسے بے حد غمگین کیا، چنانچہ اس نے اپنے اس بیٹے کی یاد میں بڑے پردرد و پر سوز مرثیے کہے - پھر یکے بعد دیگرے کئی دیگر مصائب نے اسے گھیر لیا اور وہ مجبوری کے عالم میں گوشہ نشین ہوگیا ۔ اس کی عمر کا آخری حصہ تبریز میں گذرا اور اسی شہر میں اس نے وفات پائی ، جہاں وہ محلہ سرخاب کے مقبرۃ الشعرا میں مدفون ہوا -

اس کا سال وفات بعض تذکرہ نگاروں نے ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء اور بعض نے ۵۹۵ھ/۱۱۹۹ء لکھا ہے - بظاہر اس کا سال ولادت ۵۲۰ھ/۱۱۲۶ء بنتا ہے -[۳]

ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے خاقانی کی شاعری پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے :

"قوت اندیشہ و مہارت خاقانی در ترکیب الفاظ و خلق معانی و ابتکار مضامین جدید و پیش گرفتن راہہای خاص در توصیف و تشبیہ مشہود است... قدرتی کہ او در التزام ردیفہای مشکل نشان دادہ ، کم نظیر است . . .خاقانی بر اثر احاطہ بغالب علوم و اطلاعات و اسرار مختلف عہد خود ، و قدرت خارق العادہئی کہ در استفادہ از آن اطلاعات در تعاریض کلام داشتہ ، توانستہ است مضامین علمی خاصی در شعر ایجاد کند کہ غالب آنہا پیش ازو سابقہ نداشتہ است."[۴]

ڈاکٹر سجادی ، مرتب دیوان خاقانی نے اس کے اخلاق و کردار کا ذکر کرکے اس کی ہجوگوئی کا سبب یہ بتایا ہے :

"خاقانی شاعریست آزادہ و بلند نظر ، دارای احساسات لطیف و عالی و ہمت بلند. احساسات لطیفۂ او در بارۂ خانوادہ و دوستانش سبب زود رنجی او شدہ و غالباً باندک چیزی از نزدیک ترین کسانش رنجیدہ و دلشکستہ شدہ است ، چنانکہ از پدرش و ابوالعلاء گنجوی استادش و رشید وطواط دوستش باندک چیزی از نزدیک ترین کسانش رنجیدہ و دلشکستہ شدہ است، چنانکہ از پدرش و ابوالعلاء گنجوی استادش و رشید وطواط دوستش باندک چیزی رنجیدہ خاطر شدہ و بدگوئی آنان پرداختہ است."[۵]

۳- خاقانی کے حالات کے لیے تاریخ ادبیات در ایران ، جلد ۲ از دکتر ذبیح اللہ صفا اور مقدمہ تحفتہ العراقین از دکتر قریب سے استفادہ کیا گیا ۔

۴- صفا جلد ۲ ، ص ۷۸۲ ، ۷۸۳

۵- دیوان خاقانی ، مرتبہ دکتر سجادی ، مقدمہ ، ص: پنجاہ و پنج ۔

خاقانی نے جس طرح مدح اور فخر و مباہات وغیرہ میں اپنی قوت فکر اور مہارت کا ثبوت دیا ہے ، اسی طرح ہجو و ذم میں بھی ، جیسا کہ ملاحظہ ہوگا ، وہ کمال مہارت و قدرت بیان سے کام لیتا ہے ، اور جو کچھ بھی وہ صاحب ہجو کے بارے میں کہتا ہے اس میں اس کی فنی و معنوی قدرت و توانائی نظر آتی ہے۔ اس صاحب طرز شاعر نے ہجو و نکوہش میں کھرے اور زیبا مضامین اور تازہ و لطیف مطالب و معانی کچھ اس حدتک کھپائے ہیں کہ شاید ہی کوئی شعر ہوگا جو خاص اور تازہ مضمون و معانی سے خالی ہو ۔ تاہم اسے طبعاً ہجو گو شاعر قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

خاقانی کے زیادہ تر ہجویہ اشعار اس کے معاصر شاعر رشید وطواط ، دشمنوں حاسدوں اور ارباب غرض کے بارے میں ہیں ۔ اس ضمن میں اس نے اپنے استاد اور سسر ابوالعلاء گنجوی کو بھی معاف نہیں کیا ۔ پروفیسر براؤن نے ہجو کے ذیل میں ان دو شاعروں کے مابین ہجوگوئی کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے : گالی گلوچ اور بدگوئی کی کیفیت جاننے کے لیے ، جس نے بہت سی فارسی ہجویات کو پست اور بے وقعت بنا دیا ہے ، خاقانی . . . اور اس کے استاد ابوالعلاء کی باہمی ہجوگوئی کے مجموعہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔ یہ رباعی ، جس سے ابوالعلاء نے جھگڑے کا آغاز کیا ، بعد میں کہے جانے والے اشعار کی نسبت ادب و عفت کلام کی حامل ہے :

خاقانیا اگرچه سخن نیک دانیا ‌ ‌ ‌ یک نکته گویمت بشنو رایگانیا

هجو کسی مکن که ز تو مه بود بسن ‌ ‌ ‌ شاید که او پدر بود و تو نه دانیا[۶]

ان دو شاگرد اور استاد کی باہمی ہجوگوئی کا سبب ، جیسا کہ پہلے بیان ہوا ، خاقانی کو خاقان اکبر منوچہر کے دربار میں عزت و مرتبہ اور قربت خاقان حاصل ہونا اور اس سلسلے میں اس کا اپنے استاد سے بڑھ جانا تھا ۔ براؤن کا کہنا ہے کہ جھگڑے کا آغاز ابوالعلاء نے کیا ، تاہم خاقانی نے بھی اس کے جواب میں تند اور شدید لہجہ اختیار کیا ۔ اور خانیکوف کے مطابق خاقانی نے ابوالعلاء کی کوئی ۵۳۲-۵۴۰ ہجویں کہی ہیں ۔[۷]

ابوالعلاء واضح طور پر اہل گنجہ تھا، لیکن خاقانی نے اپنی ہجویات میں آسے اہل دامغان کہا ہے ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ابوالعلاء پر اسماعیلی فرقے کا پیرو ہونے کی تہمت لگانا چاہی ہے ۔ اس نے اپنے بہت سے اشعار میں ابوالعلاء کو بد کیش اور بے دین کہا ہے اور خاص طور پر اپنی مثنوی تحفۃالعراقین میں اس کی بہت مذمت کی ہے ۔

۶- براؤن : تاریخ ادبیات ایران ، فارسی ترجمہ (از فردوسی تا سعدی) از فتح اللہ مجتبائی ، ص ۱۱۵ ، ۱۱۶

۷- سجادی ، مقدمہ ، ص : چہاردہ

خاقانی نے ایک قصیدہ ''در عشق و بیان حقیقت و مدح شیخ الاسلام ناصرالدین ابراہیم'' کہا ہے - اس کے چار مطالع ہیں ، چوتھے بند میں جس کا آغاز اس مطلع سے ہوتا ہے :

داد مرا روزگار مالش دست جفا   با که توانم نمود نالش از این بیوفا

اس نے اپنے آلام و مصائب اور کرب کا ذکر کر کے ابوالعلاء کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے - پھر اس کے لتے لینا شروع کر دیے ہیں - اسے وہ ''سگ گنجہ'' کے لقب سے یاد کرتا ہے - اس حصے میں ابوالعلاء کے ساتھ ایک اور شاعر مجیر الدین کو بھی رگیدا گیا ہے جسے خاقانی نے خر روستا (دیہاتی گدھا) کہا ہے - اس کے مطابق اگر کوئی کتا سمندر سے پانی پی لے تو اس سے سمندر پلید نہیں ہو جاتا اور نہ کسی گدھے کے وجود سے خلد میں وبا پھوٹ سکتی ہے - یہ گدھا ، مکھی کی طرح شعر و سخن کے خوان کو گندہ کر رہا اور وہ کتا ، ٹڈی کی مانند دین کی کھیتی سے رطوبت اور نمو کھینچ رہا ہے - آخر میں ان کی تباہی کی دعا کی ہے - یہ چند اشعار خاصی سادگی اور بے تکلف انداز میں کہے گئے ہیں اور ان میں کہیں بھی کوئی مشکل اور دور از فطرت استعارہ و ترکیب نہیں ہے - اس کے دیگر قصائد کی طرح ان اشعار میں بھی ایک خاص پختگی و روانی اور مترنم بحر ہے :

رنج دلم را سبب گردش ایام نیست   فعل سگ گنجه است قدح خر روستا
خود بولوغ سگی بحر نگردد نجس   خود بوجود خری خلد نه یابد وبا
این چون مگس میکند خوان سخن را عفن   وان چون ملخ می برد کشتهٔ دین را نما
''یا رب'' خاقانی ست بانگ پر جبرئیل   خانه و کاشانه شان باد چو شهر سبا

ایک اور قصیدے میں ، جو اس نے اپنے باپ علی نجار (بڑھئی) کی مدح میں کہا ہے ، وہ ابوالعلاء کو سگ دامغان کہتا اور باپ کے دشمنوں کو شیطان سے تشبیہ دیتا ہے - اس کے مطابق یہ سگ دامغان ، مغان (جمع مغ ، زرتشتی مذہب کے پیشوا) کے جال کا دانہ ہے - یہ ٹھیکری ایسی طبع کا حامل شاعر میرے گھر صفت مضامین چراتا اور میری برابری کا خیال رکھتا ہے ، حالانکہ یہ بھی کبھی ممکن ہوا ہے کہ خار مغیلاں اور نخل رطب ایک سے ہوں - وہ ابوالعلاء کے اس دعوئ برابری کے جواب میں اسے جہالت کے سرسام اور ماخولیا کا مریض قرار دیتا ہے -

اس قصیدے کی بحر بھی مترنم ہے ، اور تشبیہات بھی وصف اور فطرت کے نزدیک ہیں - مختلف صنائع مثلاً تجنیس اور تضاد ، جن کے سبب اشعار میں دلچسپی اور تاثیر پیدا ہوگئی ہے ، کچھ اس طرح وہ استعمال میں لایا ہے کہ ان میں ذرا بناوٹ اور تصنع معلوم نہیں ہوتا :

گرگر ہی خصمش اند از سر کینہ چہ باک | کاو خلف آدم است ویشان شیطان او
جوق ازین زرد گوش گاہ غضب سرخ چشم | ہر یک طاغی و دیو رہبر طغیان او
خاصہ سگ دامغان دانۂ دام مغان | دزد گھرھای من طبع خزف سان او
پست خیالش کہ ہست ہمبر من ای عجب | نخل رطب کی شود خار مغیلان او
ہست دلش در مرض از سر سرسام جہل | این ہمہ ماخولیاست صورت بحران او

تحفتہ العراقین میں ابوالعلاء گنجوی کی ہجو کرتے ہوئے خاقانی کا لہجہ تند و تلخ ہوگیا ۔ اس نے ابوالعلاء کو گالیاں دی ہیں اور برا بھلا کہا ہے اور آخر میں اس کی موت کی آرزو کی ہے ۔ اس ہجو میں وہ ایسی ناروا و نا سزا باتیں کہہ گیا ہے جو ایک مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور یہ سب اس نے ابوالعلاء سے منسوب کی ہیں ۔ یقین نہیں آتا کہ کوئی مسلمان حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ، نعوذ باللہ ، اس قسم کی دریدہ دہنی کر سکتا ہے ۔ اور بالفرض اگر ابوالعلاء نے ایسی جسارت کی بھی ہو تو بھی مناسب نہ تھا کہ خاقانی واضح اور تفصیلی طور پر اس کو دہراتا ۔ شاید اس وقت اس کے ذہن میں ''نقل کفر ، کفر نباشد'' کی مشہور ضرب المثل سمائی ہو ، بہرحال یہ بات بہت ہی ناگوار و ناپسندیدہ ہے ۔

ان اشعار میں خاقانی نے ابوالعلاء کو سگ گنجہ (جس کی پیٹھ سرخ اور چہرہ سیاہ ہے) کہہ کر اسے بڑے تند و تیز القاب مثلاً ملحد ، گھٹیا ، بطریق (نصرانیوں کا متقی) اور بطروس (نصرانیوں کا بزرگ) سے نوازا ہے ۔ وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اسے ایسا وحشی اور مویشی قرار دیتا ہے جو غفلت کا شکار اور بے خبری سے دو چار ہے ۔ اس کے مقابلے میں ایک منحوس یہودی بدرجہا بہتر ہے ۔ خاقانی لفظوں پر کھیلتا ہوا اسے ''یہود ملحدان'' اور ''ملحد یہودان'' کہتا ہے ۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے خاقانی کی زبان پر ابوالعلاء کا نام آتے ہی مارے غیظ کے اس کے منہ سے جھاگ چھوٹنے لگتا ہو اور وہ دانت پیس پیس کر اپنے اس حریف کو اپنے طاقتور قلم سے بری طرح لتاڑ رہا ہو ، مار رہا ہو ۔ ابوالعلاء بہرحال اس کا سسر تھا اور محسن بھی ، اگر اس کا احترام اس سے ممکن نہیں تھا تو اس کی یہ تذلیل و تحقیر بھی تو اسے زیبا نہ تھی ۔ ظالم نے اپنے اس بزرگ کو کہیں دیوث کہا ہے تو کہیں لفنگا ، کتا اور پست فطرت شیطان ۔ دنیوی عزت و مرتبہ کے حصول میں رقابت انسان کو کیسی پستی کی طرف لے جاتی ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ خاقانی کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا ، ابھی اس کے منہ سے جھاگ مسلسل بہہ رہا ہے ، آئیے دیکھیں اس میں سے مزید کیسے کیسے ''پھول'' جھڑتے ہیں اور میاں خاقانی اس ضمن میں کیسی کیسی دور کی کوڑی لاتے ہیں ۔ فرماتے ہیں : اس گھٹیا کتے (ابوالعلاء) اور شیطان نے ایک ہی چھاتی سے دودھ پیا ہے ۔ وہ سیستانیوں کی طرح دھوکے باز اور فریب کار

ہے اور اس نے کتیا کے دودھ پر پرورش پائی ہے ۔ وہ تاریک روح کا مالک ہے اس لحاظ سے وہ ملحدوں کا ایک امام یعنی ہویدیک ثانی ہے ، لیکن ہویدیک بہر طور اس سے افضل ہے کہ وہ مشرک ہی سہی تثلیث کا تو قائل ہے جب کہ ابوالعلاء تو منکر حق ہے . . . وغیرہ ۔ صرف چند اشعار :

بینی سگ گنجه را درین کوی — هم سرخ قفا و هم سیه روی
آن ملحد ابوالعلای سافل — چون وحش وبهیمه غفل و غافل
غر بچه و غرچه ای ز لوری — غوری‌سگ و غول و اصل غوری
چون آن سگ غوری ازجهان زاد — هم شیرهٔ شیخ نخدی افتاد
سگزی و چو سگزیان محتال — پروردهٔ شیر سگ علی الحال
دارد نسب از جحیم خذلان — هم نار جحیم گرددش جان

خاقانی نے ایک قصیدے میں ، جس کے بعض اشعار ابوالعلاء کی ہجو میں ہیں اور اوپر گذر چکے ہیں ، اپنے باپ کی زبردست تعریف و ستائش کی ہے ملاحظہ ہو :

پنجهٔ شیران شکست قوت سودای او — جوشن مردان گسست ناوک مژگان او
عمر من اندر غمش رفت چو ناخن بسر — مانـدم ناخن کبود از تب هجران او
صانع زرین عمل پیر صناعت ، علی — کز یدبیضا گذشت دست عمل ران او

لیکن جب وہ بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر اپنے باپ سے ناراض ہوگیا تو اس کی اس نے وہ خبر لی اور وہ لتے لیے کہ دشمن کو بھی کوئی اس طرح نہ رگیدتا ہوگا ۔ اس قدر زود رنجی اس کے انتہائی گستاخ ہونے کا پتا دیتی ہے ۔ وہ غیظ و جوش میں دامن ہوش چھوڑ دیتا اور مخاطب کے رشتہ و مقام سے بے خبر ہو جاتا ہے اور یہ منتقم مزاج ہونے کی بھی علامت ہے ۔ وہی باپ جو کبھی ”صانع زرین عمل“ تھا اور جس کا ہاتھ یدبیضا سے بھی بڑھ گیا تھا ، اب خام بھڑوا ہے جسے جہان آفرین نے آگ سے پیدا کیا ، جو آتش نمرود کا ہمزاد ہے ، جس کی طبع تیشے کی مانند چھیلنے والی اور جس کی فطرت آری کی سی کاٹ والی ہے ۔ دن کے وقت وہ فلک سے نالاں ہے تو رات کو اپنے نحس ستارے سے برسر نزاع ہے ۔ اس کے مطابق اس کے باپ کے بوجھل پاؤں نقرس کا شکار ہیں اور اس کا دماغ فرومایہ عاری از مو ہے ۔

باپ کے حق میں خاقانی کی گستاخی اپنی جگہ ، لیکن اتنا ضرور ہے کہ کمبخت اپنی فنی مہارت و استادی کا مظاہرہ کیے بغیر نہیں رہتا ۔ اپنے باپ کے بڑھاپے اور حرص کی جو تصویر کشی اس نے کی ہے ، وہ فرضی یا مبالغہ آمیز سہی ، ہے بڑی دلچسپ ۔ کہتا ہے کہ ہر چند میرے باپ کے تن مردار میں گوشت ، گھسی پٹی دوات کے صوف کی مانند ہے اور اس کے چہرے کی چمک دمک ختم ہو چکی ہے لیکن جنسی

طور پر وہ بڑا خونخوار ہے جس کی وجہ سے میری مسکین ماں اس سے پناہ مانگتی ہے اگرچہ میں (خاقانی) دنیا کا بہترین خلف ہوں لیکن اسے میرے فضل و دانش سے عار آتی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ کاشکے میں بھی اس کی طرح جولاہا ہوتا اور اس شعر و شاعری سے باز رہتا۔ قطعے کے آخر میں وہ اپنے باپ کی تمامتر ناہنجاری اور خام گفتاری کے باوصف اس کے حق میں دعاے خیر کرتا ہے کہ خدا اسے آلام و مصائب سے محفوظ رکھے - یہ بھی اچھی رہی - مٹی پلید کر کے دعاے خیر مانگ لی ، حساب برابر رہا ، نہ کچھ لینا نہ کچھ دینا ، زہے فرزندی و برخورداری - چند شعر :

زین خام قلتبـان پدری دارم کز آتش آفرید جهـاندارش
همزاد بود آزر نمرودش استاد بود یوسف نجارش
مریخ اگر بچرخ یکم بودی حالی بدوختی بدو مسمارش
چون لیقهٔ دوات کهن گشته پوسیده گوشت در تن مردارش
آبش ز روی رفته و باد از سر افتاده در متاع گرانبارش
با اینهمه که سوخته‌وپخته است جان و دلم ز خامی گفتارش
او نایب خداست برزق من یا رب ز نائبـات نگهدارش

خاقانی نے اپنے ایک معاصر شاعر رشید الدین وطواط کو ابوالعلاء کے بعد سب سے زیادہ ہدف ہجو بنایا ہے ، اور تعجب اس بات پر ہے کہ وطواط کے مطبوعہ دیوان میں ایک بھی شعر خاقانی کی مذمت میں نہیں ہے - کہا جاتا ہے کہ آغاز میں وطواط ، خاقانی کا بہت احترام کرتا تھا اور ان دونوں میں دوستانہ مراسم تھے ، یہاں تک کہ وطواط نے ۳۱ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ بھی خاقانی کی مدح میں کہا تھا ، بدین مطلع :

ای سپهر قدر را خورشید و ماه وی سریر فضل را دستور و شاه

جس کے جواب میں خاقانی نے یہ قصیدہ اسے لکھ بھیجا :

مگر بساحت گیتی نماند بوی وفا که هیچ انس نیامد ز هیچ انس مرا

لیکن پھر ان کی دوستی کو نظر لگ گئی ، وہ محبت نہ رہی اور عداوت و کدورت نے دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ایسا لیا کہ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے قلم سے لتاڑا، رگیدا اور رگڑا دیا - چنانچہ خاقانی کے دیوان میں کوئی چھ قطعات اس کی ہجو میں ہیں - (وطواط نے جو ہجویہ اشعار کہے وہ غالباً ضائع ہوگئے ہوں گے یا اس نے دانستہ انہیں اپنے دیوان میں جگہ نہ دی - واللہ اعلم) دونوں کے درمیان اس اختلاف و کدورت کا باعث دونوں کی خود ستائی اور غرور تھا ، جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کو اپنے سے کمتر جانتے تھے (گویا وہ پہلا احترام آزمائشی و نمائشی تھا) - ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خاقانی اس دور کے عظیم اور صوفی شاعر سنائی کا معتقد و ارادتمند تھا، جب کہ وطواط اس کا مخالف تھا

اور اسے برا بھلا کہتا تھا ۔ بعض کا خیال ہے کہ خاقانی، مسعود سعد سلمان کا معترف نہ تھا اور وطواط کا معاملہ اس کے برعکس تھا ، لیکن استاد فروزانفر نے اس قول کو ایک دلیل سے رد کر دیا ہے ۔ قصہ کوتاہ ، خاقانی نے جہاں بھی وطواط کی خبر لی ہے اسے حیوانوں اور پرندوں سے تشبیہ دی ہے ۔ (وطواط چڑے کو کہتے ہیں ، اسی لیے خاقانی نے یہ انداز اختیار کیا) ۔ مثلاً قطعہ ذیل میں اس نے گویا چڑیا گھر کھول دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو کس کس جانور کی شکل و صورت اور صفت اسے اس چڑے میں نظر آتی ہے (وطواط کا قد بہت چھوٹا تھا اسی لیے اسے یہ تخلص و لقب ملا) وہ گربہ چشم ، سگ نامرد ، لومڑی اور چیتے کی خصلت اور سور کی گردن والا گیدڑ، شیر (شیر تو خوبی ہوگئی، یہاں خاقانی: ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا) بھیڑیا ، بندر ، ریچھ ، خرگوش اور گورخر وغیرہ ہے ۔ یعنی شاید ہی کوئی حیوان ہوگا جس میں اسے وطواط یا وطواط میں اس کی مشابہت نظر نہ آتی ہو ۔ ایک تو یہ انداز انوکھا اور نرالا ہے ، کسی دوسرے شاعر نے ایسی ہجویں نہیں کہیں ، پھر ظالم نے اس کی مزید تحقیر کے لیے کاف تصغیر کا بھرپور استعمال کیا ہے ۔ کاف کی اس تکرار نے قطعے میں ایک خاص زور اور جوش بیان پیدا کر دیا ہے۔ چند اشعار :

این گربہ چشمک این سگک غوری غرک	سگسارک مخنث و زشت کافرک
با من پلنگ سارک و روباہ طبعک است	این خوک گردنک سگک دمنہ گوھرک
خنبک زند چو بوزنہ، زنبک زند چوخرس	این بوزغالہ ریشک پہنالہ منظرک
گرد غزالکان و گوزنان بزم شاہ	فحلی کند چو گورخرک کرد مادرک
خاقانیا گلہ مکن او از سگان کیست	خود صید کی کند سگک استخوان خورک
سگ عفعفک کند چو ہدو نانکی دھی	دم لابکک کند بنشیند پس درک
میزان حکمتی و ترا بر دلست زخم	زین شولہ فعل عقربک شوم نشترک

اس قطعہ میں خاقانی نے وطواط کو مختلف حیوانات سے تشبیہ دی ہے اور ان کے عادات و خصائل وغیرہ اس سے منسوب کیے ہیں اور آئندہ قطعے میں مختلف پرندوں میں اس کی مشابہت اور خو بو ڈھونڈی ہے ۔ ملاحظہ ہوں وطواط کی نئی خوبیاں ۔ وہ مخنث الو ہے اس لیے بد اصل اور فرومایہ ہے، ہما کی سی شرافت و اصالت سے عاری ہے ۔ کوے کی طرح بخس خوار اور حاسد ہے ۔ مرغے کی طرح ناکس . . . ہے ، قمری کی طرح شوخ ، مسخرگی پیشہ اور بے شرم ہے ۔ طوطے کی طرح چغلخور اور نکتہ چین ہے . . . غرض خاقانی اسی روش سے پرندوں کے نام گنوا کر اور ان کے خصائل وطواط سے منسوب کرکے آخر میں کہتا ہے کہ جب تک خاقانی بلبل سخن ہے رشید وطواط ، قرقی (چھوٹا باز) رہے گا ۔ یہ قرقی اس سفید باز (خاقانی) کا اس قدر دشمن ہے کہ اس دشمنی کے سبب اس کی گدڑی کوے کی طرح سیاہ ہوگئی ہے ۔ وہ دن دور نہیں ہے جب اس کا ابابیل کی دم کی مانند سر بادشاہ کی تلوار

سے دو نیم ہو جائے گا ۔ اس قسم کی انوکھی تشبیہات و مناسبات کے علاوہ ، خاقانی نے بعض صنائع سے بھی کام لیا ہے جن میں خاص طور پر تجنیس ، تضاد اور مراعاۃ النظیر کا پلہ بھاری ہے :

این غرغرچه جغد دمن است — نیست اورا چو همای اصل کریم
چون کلاغ‌ست نجس‌خوار و حسود — چون خروس است . . . کار و لیئم
نیست در قصر شهان شاهین وار — هست بر کنگرها کنگر دیم
نیست طغرل شرف و عنقا نام — هست هدهد لقب و کرگس خیم
رهبر دیو چو طاوس مدام — مایهٔ فسق چو عصفور مقیم
بسکه شد دشمن این باز سپید — تاش چون زاغ سیه گشت گلیم
زود بینام بشمشیر ملک — سر او چون دم خطاف دونیم

یہ دو شعری قطعہ بھی وطواط ہی کی ذم میں ہے :

خواجه موشی است زیر بر بکمین — گربه چشم و پلنگ خشم از کین
گربهٔ موش خور بسی دیدی — این یکی موش گربه چشم ببین

ایک قطعے میں مختلف کھانوں کا ذکر کر کے وطواط کی خبر لی ہے ۔ اس میں اپنی برتری اور اس کی کمتری کا بھی دعویٰ ہے ۔ تلمیحات ہیں اور ایک آدھ گالی (نخعی ۔ دیوان خاقانی ، ص ۸۴۵) ۔

درج ذیل قطعے میں لوگوں کے ساتھ وطواط کی برائی اور بد خلقی کا ذکر کیا ہے اور اس کے حق میں بد دعائیں کی ہیں ۔ چار اشعار کے اس قطعے میں اس نے بعض الفاظ کی تکرار سے ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے ہر چند مضمون کوئی نیا نہیں ہے :

نیک بدرائی با خلق جهان — که بدی نیک سوی جانت رساد
از تو نیکان را جز بد نرسید — که دعای بد نیکانت رساد
در بیت ''یا رب'' پنهان منست — یا رب آن ''یا رب'' پنهانت رساد
آه خاقانی از آتش بترست — یارب آن آتش سوزانت رساد

ایک قطعے میں وطواط کی سنائی سے بے تعلقی و عدم عقیدت کی طرف اشارہ کرکے اسے گالیاں بھی دی ہیں ، اسے احمق ، تہی مغز اور اسی قسم کے خطابات سے بھی نوازا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی پلائی ہے ۔

ایک ہجو شہر زوری کی ہے اور یہ غالباً وہی مشہور فلسفی شمس الدین محمد شہر زوری ہے جو کتاب تاریخ الحکما کا مصنف اور شیخ اشراق شہاب الدین

سہروردی کا شاگرد تھا ۔[۸] اس کی ہجو کا سبب معلوم نہیں ہو سکا ۔ اس ہجو میں خاقانی کا لہجہ بڑا تند و تلخ ہے ۔ اس نے شہرزوری کو گدھا ، سور ، سفلہ ، سفیہ اور اسی قسم کے تیز الفاظ سے یاد کرکے دل کی بھڑاس نکالی ہے ۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ شہر زوری اول اول گدھا تھا لیکن جب وہ گھٹیا لوگوں سے وابستہ ہوا تو سور بن گیا ۔ احمق تھا سیاہ دل والا ، اب ظالم بن گیا ہے سفیدی جس کے ہاتھ میں ہے ۔ اسی طرح ایک دوسرے قطعے میں شہرزوری کو گدھا ، گدا کہا ہے جس کی پرورش کتیا کے دودھ پر ہوئی ۔[۹]

کسی خواجہ اسعد کی ہجو میں ایک قطعہ صنعت رجوع میں ہے، جو سادہ ہونے کے باوصف محض اسی صنعت کے باعث خاصا دلچسپ بن گیا ہے ۔ اس کے مطابق خواجہ اسعد جب زیادہ شراب پی لیتا ہے تو اس کی شکل ہی بدل (بگڑ) جاتی ہے ۔ وہ بظاہر پارسا ہے ، لیکن ہے نہیں ، اور اگرچہ وہ بھڑوا دکھائی نہیں دیتا لیکن ہے ضرور :

خواجہ اسعد چومی خورد پیوست   طرفہ شکلی شود چو گردد مست
پارسا روی ہست ، لیکن نیست   قلتبان شکل نیست ، لیکن ہست

قطعہ ذیل شروانشاہ کے کسی وزیر کی ہجو میں ہے ۔ شروانشاہیوں کے ایک بزرگ کا نام یزید تھا ۔ خاقانی نے آغاز قطعہ میں اسی نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شروانشاہیوں کو ''یزیدیان'' کے لفظ سے یاد کیا ہے ۔ پھر بعض اشعار میں اس نے قرآنی تلمیحات سے کچھ اس طرح استفادہ کیا ہے کہ دلچسپی و گیرائی دو چند ہو گئی ہے ۔ وہ وزیر کو ظالم اور شروانشاہیوں کی سلطنت کی بربادی کا باعث جانتے ہوئے اسے یزید ثانی قرار دیتا ہے ۔ خود وہ عیسیٰ نفس اور وزیر خر دجال کی دم ہے ۔ وہ وزیر کو تہدید کرتے ہوئے اسے خود کو صاحب ہنر کہنے سے منع کرتا ہے ، اس لیے کہ مرکب ہنر پر وہ (خاقانی) عنان کی مانند ہے اور وہ زین کی دمچی کی طرح ۔ اب خاقانی کے طیش میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ اس قسم کی ہلکی پھلکی تشبیہات سے اس کو تسلی نہیں ہوتی ، لہذا وہ ''تسلی بخش'' لہجہ اختیار کرتے ہوئے وزیر کو خچر کی طرح حرام زادہ کہتا ہے ۔ اور آخر میں تین سابق وزیروں کا نام لے کر انہیں عظیم بتاتا اور اصحاب کہف سے تشبیہ دیتا ہے جن کا چوتھا ، یعنی کتا ، وزیر موصوف ہے ۔ خاقانی نے وزیر کو سگ اصحاب کہف سے تشبیہ تو دے دی ہے لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس کتے کو تو خاص مقام حاصل ہے اور بقول سعدی :

سگ اصحاب کہف روزی چند   پی نیکان گرفت و مردم شد...[۱۰]

۸۔ صفا ، جلد ۲ ، ص ۷۹۹ ۔

۹۔ دیوان خاقانی، مرتبہ سجادی ، ص ۸۷۵ ۔

۱۰۔ گلستان سعدی ، مرتبہ محمد علی فروغی ، ص ۲۱ ۔

بہرحال اپنی مزید تسلی کے لیے خاقانی ، وزیر کو اپنی تیغ براں یعنی زبان سے بچنے کی تلقین کرتا ہے - گویا ابھی کوئی کسر باقی رہ گئی تھی :

ای ظلم تو مخرب ملک یزیدیان — لاف از علی مزن که یزید دوم توئی
تو منکری که از لب عیسی نفس منم — من آگهم که از خر دجال دم توئی
لاف از ہنر میار که بر مرکب ہنر — جای عنان منم ، محل پاردم توئی
اندر حرامزادگی از استران دھر — آن ارجل درشت سر و نرم سم توئی
قمی و درگزینی و کاشانی وزیر — در خواجگی سر آمدگانند و گم توئی
اصحاب کهف وار ز ننگ تو زیر خاک — خفتند هر سه "رابعهم کابهم"[۱۱] توئی
خاقانی اشتلم بزبانی کند چو تیغ — بفکن سپر که بابت این اشتلم توئی

دو ایک ہجووں میں ، جو نا معلوم اشخاص کی ہیں ، خاقانی نے شرافت کا لباس اتار کر ایک طرف رکھ دیا ہے -[۱۲]

خاقانی نے عورت کی بھی ہجو کی ہے - معلوم ہوتا ہے وہ اپنی بیوی سے نالاں تھا ورنہ وہ ایسی ہجو نہ لکھتا اور یہ نہ کہتا کہ ایک عورت ہزار بلاؤں کا سبب بنتی ہے اور اسی سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر یہ دس ہو جائیں تو انسان کن کن مصائب و آلام کا شکار نہ ہوگا - وہ عورت سے اس قدر تنگ اور بیزار ہے کہ نیک عورتوں پر بھی لعنت بھیجنے سے نہیں چوکتا ، بری عورتوں کا تو ذکر ہی کیا -[۱۳]

جیسا کہ اس کے حالات زندگی سے پتا چلتا ہے ، وہ اپنے حاسدوں ، بد خواہوں اور دشمنوں کے ہاتھوں مصیبتوں سے دو چار رہا ، یہی وجہ ہے کہ اس نے زیادہ تر انھی لوگوں کو ہجو و مذمت کا نشانہ بنایا ہے ، اور جو کچھ بھی اس نے انھیں گالی گلوچ دی اور برا بھلا کہا ہے سب ردعمل کے طور پر ہے - اس کی ایسی ہجویات بیشتر ان طویل قصائد میں ہیں جن کے آغاز میں اس نے اپنے آپ پر فخر و ناز کیا ہے - لیجیے سب سے پہلے اس کی ایک رباعی سن لیں ، جس میں اس نے اپنے دشمنوں کو رافضی ، امت شیطان ، بے دین و بے ایمان ، خطا فہم اور غلط پیمان ایسے القاب سے یاد کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے اسے خارجی کہہ دیا تھا - فنی طور پر تو اس رباعی میں کوئی خاص بات نہیں تاہم اس سے خاقانی کے غیظ و غضب کا پتا چلتا ہے :

۱۱- سورۂ الکھف ، آیہ ۲۲ ، بعض کہتے ہیں کہ وہ تین آدمی ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے -

۱۲- دیوان خاقانی مرتبہ نخعی ، ص ۸۲۲ اور ص ۸۳۸ -

۱۳- ایضاً ، ص ۷۸۳ -

این رافضیان که امت شیطانند بی دینانند و سخت بی ایمانند
از بسکه خطا فهم و غلط پیمانند خاقانی را خارجی میدانند

خاقانی نے اپنی بہت سی ہجویات میں قرآنی اور تاریخی تلمیحات سے استفادہ کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اسے قرآن کریم اور ایران قدیم کی تاریخ پر خاصا عبور تھا۔ ایک قصیدے میں، جس کے آغاز میں اس نے فخریہ لہجہ اختیار کیا ہے:

نیست اقلیم سخن را بهتر از من پادشا در جهان ملک سخنرانی مسلم شد مرا

اپنے بدخواہوں اور دشمنوں کی خبر لیتے ہوئے وہ اس عبور کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس قصیدے میں جوش، زور بیان، روانی و سلاست، نئی اور دلچسپ تشبیہات و ترکیبات کے علاوہ ایک پرتاثیر طنطنہ ہے۔ پھر ہر شعر میں حرف ''ن'' کی تکرار نے موسیقی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔

وہ خود کو خزانے کے قریب اور دشمنوں کو حرص و ہوا کی خاک چھاننے والے بتاتا ہے۔ وہ چراغ عقل ہے اور دشمن حرص کے اندھے ہیں۔ یہ لوگ حسد کا شکار، عقل و ذہانت کے دشمن اور سحر و معجزہ کے منکر ہیں، ریا کاری سے انھیں لگاؤ ہے، ان ناشکروں کی طرح جنھوں نے حضرت یوسف کے حسن سے حسد کھایا یا ان بدبختوں کی مانند جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کو غلط جانا۔ (ملاحظہ ہو خود کو وہ کس مقام پر لے گیا ہے)۔ ''مردم گیاہ'' نام کی ایک گھاس چین میں پائی جاتی ہے، جسے توڑنے والا فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔[۱۰] خاقانی اپنے حاسدوں کو گدھے سے تشبیہ دے کر انھیں مردم گیاہ کی طرح کج صورت اور خود کو انسان کی طرح راست کہتا ہے۔ بعد کے شعر میں اس نے دو نادر تشبیہات سے استفادہ کیا ہے۔ وہ حاسدوں کے دل کو قلعی کے پیالے کی مانند قرار دیتا ہے جس کے اندر چمک نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ، کوزۂ سیماب کے منہ کی طرح خسیس اور عاری از بخشش ہیں۔ وہ خود مصر حکمت کا عزیز ہے جب کہ حاسد و دشمن، بازاری عورتیں، مخنث اور دیہاتی بھڑوے ہیں۔ اس سے ان کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ وہ خود ستارۂ سہیل کی مانند ہے جب کہ حساد اولاد الزنا ہیں یعنی جب سہیل طلوع ہوتا ہے تو اولاد الزنا (جگنو) ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی تشنگی کی بنا پر خاقانی کے ساغر فکر سے جرعہ نوشی کرتے اور اس کے خوان راز سے ریزے چنتے ہیں۔ غرض وہ اسی انداز میں دشمنوں کو لشکر عاد اور یاجوج و ماجوج وغیرہ سے اور اپنے قلم کو صرصر اور زبان کو صور سے تشبیہ دے کر ان پر اپنی فضیلت و برتری جتاتا ہے، اور قصیدے کے آخر میں وہ اپنے دشمن کے اس دعوے کو کہ خاقانی دریا منزلت وہ خود (دشمن) ہے، طنز کے طور پر قبول کرتے ہوئے کہتا ہے

۱۰۔ سجادی: تعلیقات، ص ۹۷۷۔

کہ ہاں میں بھی اسے خاقانی کہتا ہوں لیکن اس طرح کہ درمیان سے اس کا ''قا'' اڑ گیا ہو ، یعنی وہ خانی ہے جس کا مطلب جوہڑ اور تالاب ہے :

من قرین گنج و اینان خاک بیزان هوس
من چراغ عقل و آن ها روز کوران هوا
حسن یوسف را حسد بردند مشتی ناسپاس
قول احمدؐ را خطا خواندنـد جمعی ناسزا
چون میان کاسۀ ارزیز دلشان بی فروغ
چون دهان کوزۀ سیماب کفشان بی عطا
از دبیرستـان هنـدو آمـده معنیش گیر
اخوت کفرند یکسر دور ز اخوان الصفا[۱۵]
من عزیزم مصر حکمت را و این نامحرسان
غرزنان برزنند و غرچگان روستا
مغزشان در سرفرو کوبم که پیلند از صفت
پوستشان از سر برون آرم که مارند از لقا
نی همه یکرنگ دارد در نیستانها ولیک
از یکی نی قنـد خیـزد وز دگـر نی بوریـا
دانم از اهل سخن هر که این فصـاحت بشنود
هم بسوزد مغز و هم سودا پزد بی منتها

ایک پورا قصیدہ حاسدوں کی نکوہش و ملامت میں ہے۔ اس میں بھی خاقانی نے قرآنی تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ، اور فنی طور پر یہ قصیدہ بھی انھی اوصاف کا حامل ہے جن کا ذکر پہلے آ چکا ۔ اس کے یہاں مشکل و دشوار ردیفوں کے استعمال اور ادق مضامین کھپانے کی جو مہارت نظر آتی ہے ، یہ قصیدہ اس کی ایک اچھی مثال ہے ۔ اس نے اپنے بعض اشعار میں اپنے حاسدوں کا خود سے موازنہ کرکے ان پر اپنی برتری ثابت کی ہے ، اور اس کا زیادہ تر زور طبع اس بات پر صرف ہوا ہے کہ اس کے حاسد دنیا کی پست ترین مخلوق ہیں ... اس کے مطابق وہ خسیس رتبہ لوگ جو شاعر تو نہیں ہیں لیکن اس سے برابری کے مدعی ہیں، وہ ماہ نخشب کی مانند مصنوعی ہیں اور ایک محدود جگہ کو محدود وقت تک روشن کرتے ہیں ، جب کہ وہ ہر بزم کو روشن کرتا ہے ، اور اس کے افکار صور کی مانند ہیں جس سے یہ حاسد ترسان و لرزاں

۱۵- اخوان الصفا و خلان الوفا : چوتھی صدی ہجری کے ایرانی حکما کا ایک گروہ ، جنھوں نے حکمت یونانی اور دین اسلام کو باہم نزدیک کرنے کے لیے ٹھوس اقدام اٹھانے کی کوشش کی ۔ تفصیل کے لیے دیکھیں صفا ، جلد اول ، ص ۳۱۹۔

ہیں ۔ وہ ان حاسدوں کو ایسے شہزادے قرار دیتا ہے جو اس کے مائدۂ خاطر پر پرورش پاتے ہیں ۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ حساد ہرزہ گو ہیں اور ایسی سیپی ہیں جو موتی پیدا کرنے سے عاری ہے . . . پھر وہ ان لوگوں کی ریا کاری و مکر و فریب کی مختلف تشبیہات و استعارات سے عکاسی کرتا ہے ۔ مثلاً یہ کہ گیدڑ کی طرح فریبی اور عاری از کار شیر (بہادر) ہیں ۔ ان کا ظاہر رنگدار مینڈھے کی مانند اور ان کا باطن مار سیاہ کی طرح زہر سے پر ہے ۔ فطرتاً یہ لوگ اوباش ، فاحش ، بازاری عورت کی مانند اور حرص و ہوس کے غلام اور ابلیس محض ہیں ۔ قصیدے کے آخر میں وہ بانداز تہدید کہتا ہے کہ میں اپنے نوک قلم سے ان حاسدوں اور دشمنوں کا دل سیاہ کر دوں گا ۔ یہ بھڑوے اور زنخے قلم چلانا کیا جانیں۔ میرے الفاظ کے طوفان سے وہ بچ نہیں سکتے ، اس لیے کہ وہ نوح عصمت کے نافرمان فرزند و زن ہیں اور بادشاہ بھی اس امر سے آگاہ ہے کہ یہ لوگ اس کے دربار کے شایان نہیں ہیں ۔

خاقانی کے ایسے اشعار سے جہاں اس کے انتہائی غیظ و غضب کی نشان دہی ہوتی ہے وہاں اس کی اس نفسیاتی کیفیت کا بھی پتا چلتا ہے کہ وہ فطری طور پر (اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالات کے ردعمل کے طور پر ایسا ہوا ہو) نک چڑھا اور چڑچڑا تھا ، اس لیے کہ اس کے ایسے اشعار میں ہمیں کہیں اس کی زندہ دلی و شگفتگی طبع نظر نہیں آتی ۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہر وقت اس کے ماتھے پر شکن ہوں ، وہ گھونسا تانے کھڑا ہو اور مارے غیظ کے دانت پیس رہا ہو ۔ حالانکہ کئی اور شعرا نے بھی اپنے حاسدوں کو رگیدا ہے لیکن اس طرح کہ قاری بعض مرتبہ ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر ہو جاتا ہے ۔ عالم غیظ میں بھی ان کی زندہ دلی برقرار رہتی ہے ۔ بہرحال یہ بحث لمبی ہے ، آئیے اس قصیدے کے ، جو خاصا طویل ہے ، صرف چند اشعار دیکھیں اور خاقانی کی فنی مہارت و قدرت کو خراج تحسین پیش کریں :

مشتی‌خسیس رتبه که اهل‌سخن نیند — با من قران کنند و قرینان من نیند
از هول صور فکر من انـدر قیامتند — گرچه چو اهل صور فگنده کفن نیند
گاوی کنند و چون‌صدف‌آبستنند‌لیک — از طبع گوهـر آور و عنبر فگن نیند
گویند عیسی دگریم از طریق نطق — بر کن بروتشان که بجز گور کن نیند
من میوه دار حکمتم از نفس ناطقه — و ایشان ز روح نامیه جز نارون نیند
جمعند بر تفرق عالم ولی ز ضعف — موران با پرند و سپاه پرن نیند
هل‌تامرض کشندز خوانهای‌بدگوار — کارزانیان لذت سلویٰ و من نیند
نجار گوهرم که نجیبان طبع من — جز زیر تیشهٔ پدر خویشتن نیند
وین جاهلان ملمع کارند و منتحل — زان گاه امتحان بجز از ممتحن نیند
آنجا که من فقاع کشایم زدست‌فضل — الا ز درد دل چو یخ افسرده تن نیند

ایک طویل قصیدے کا آغاز پند و موعظت سے ہوتا ہے ، درمیان میں مدح ہے اور آخر میں دشمنوں کو کوسنے دیے گئے ہیں ۔ اس قصیدے کو اس نے ''سبعۂ معلقہ'' میں سے گردانا ہے یعنی معلقات کا یہ آٹھواں قصیدہ ہوا ۔ اس میں کہیں اپنے نابغۂ عصر ہونے کا دعوی ہے تو کہیں یہ کہا گیا ہے کہ ہر شیطان یاوہ گو اپنے ہوچ اشعار سے اس (خاقانی) کے گوہر سخن کی قدر و منزلت کم نہیں کر سکتا ۔ اس کے دشمن سگ آبی ہیں ۔ غرض حسب سابق دانت پیسے گئے ہیں ۔ اس میں بھی تلمیحات کے علاوہ مختلف صنائع لفظی و معنوی ، مثلاً تکرار ، تضاد ، تجنیس وغیرہ کا استعمال نظر آتا ہے ، جس سے شعر میں حسن بھی پیدا ہوا ہے اور تاثیر و دلکشی بھی ، اس پر مستزاد چھوٹی بحر ، جس نے روانی کا سامان کیا ہے ۔

خاقانی غالباً پہلا شاعر ہے جس کے ہاں نئی نسل اور پرانی نسل کا تذکرہ ملتا ہے ۔ وہ اپنے ہمعصر بوڑھے شاعروں کے تو لتے لیتا ہے لیکن تازہ واردان بساط شعر (نوجوان شعرا) کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہتا اور نہ ان سے کسی طرح الجھنا چاہتا ہے ، اس لیے کہ بقول اس کے ، اول‌الذکر اس کی نظم و نثر کے چور ہیں جب کہ مؤخرالذکر اس کے دیوان سے وظیفہ حاصل کرتے ہیں ۔ خاقانی کے اس انداز سے کچھ یوں مترشح ہوتا ہے کہ وہ جوان نسل کے شعرا کی ہمدردیاں حاصل کر کے انھیں اپنے مد مقابل شعرا کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے ۔ قصیدے کے آخر میں اس نے حاسد کے سلوک کا ذکر اور اس (حاسد) کی امکانی ذلت و خواری کا تذکرہ کر کے سانپ کی تمثیل سے اس کی وضاحت کی ہے ۔ سانپ ساری عمر خاک چاٹتا ہے اور آخر یہ خاک اسے چاٹ جاتی ہے ۔ اس سے خاقانی کا مطلب یہ ہے کہ میرے حاسد اور دشمن ، جو میری اذیت کا سبب بنتے ہیں جلد ہی میرے ہاتھوں اس کا بدلہ پا لیں گے :

اوست عیسیٰ و من حواری او — کہ حیاتم دهد بحسن جوار
خود ندارد حواری عیسیٰ — روز کوری و حاجت شب تار
خصمم خواهد کہ شبہ او گردد — شبہ عیسیٰ کجا رود ، بر دار
لیک داند کہ فحل دورانم — دلم از چرخ مادہ طبع افگار
سگ آبی کدام خاک بود — کہ برد آب قندز بلغار
این جدل نیست با نو آمدگان — کہ ز دیوان من خورند ادرار
بل مرا این مراست با قدما — کہ مجلی منم در این مضمار
همه دزدان نظم و نثر منند — دزد را چون نهد محل نقار
لیک دزدی کہ شوخ‌تر باشد — بانگ دزدان بر آورد نا چار

(جو چور زیادہ چالاک ہوتا ہے وہ دوسروں کی توجہ ہٹانے کے لیے خود ''چور ، چور'' پکارنے لگتا ہے)

۳۷ اشعار پر مشتمل ایک پورا قصیدہ حاسدوں ، ارباب غرض اور بدخواہوں کی ہجو میں ہے - اس میں بھی ہمیں نئی ، انوکھی تشبیہات ، مشکل و بدیع استعارات اور قرآنی اور قدیم ایران سے متعلق تاریخی تلمیحات ملتی ہیں - ملاحظہ ہو خاقانی انھیں کن کن القاب سے یاد کرتا ہے اور اس کا غیظ و غضب کن کن صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے - اس کے دشمن کج خاطر (ٹیڑھے دل والے) ، شیاطین ، بدعہد ، باعث ننگ اور ایسے لوگ ہیں جن کی درست بات بھی عین خطا اور جن کی گردن میں اہل تیرگی کا تازیانہ ہے - اس کا کہنا ہے کہ یہ لوگ اپنی تمامتر حرامزدگی کے باوجود باتیں آدم و عیسیٰ علیہ السلام کی کرتے ہیں - وہ ان کے دماغ کو بھڑوں کے چھتے سے تشبیہ دیتا ہے جو خشک ہوتا ہے اور ہوا چلنے سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے - اور بلاشبہ ایسی تشبیہ کسی اور شاعر کے یہاں نظر نہیں آتی - اس ہجو کا ہر شعر ایسی ہی تشبیہات و استعارات کا حامل ہے - وہ حاسدوں کی جان کو مٹی کی مانند سنگین (بو جہل) اور ان کے خیالی پلاؤ پکانے والے دماغ کو یوم حساب کے ترازو کی طرح بے سنگ (بغیر باٹ کے) جانتا ہے - یہ لوگ قوم نوح کی طرح خشک اور بے میوہ درخت ہیں - خاقانی ان کے حق میں بد دعا کرتا ہے کہ خدا کرے ان کا دروازہ بڑھیا کے تنور سے کھلے ، یعنی وہ طوفان کی نذر ہو جائیں - ان کے بیہودہ ، بے معنی ، بے وقعت اور مزخرف اشعار خاقانی کی نظروں میں دعاے نامستجاب کی مانند ہیں - ان کی طبع سراب کی مانند ہے اس لیے ان سے شعر تر کی امید رکھنا فضول ہے ، جب کہ اس کے اپنے اشعار سحر حلال ہیں - وہ اس کے سحر حلال کو اپنی خرافات کا ہم پلہ سمجھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی نظروں میں ابو لہب اور ابو تراب برابر ہیں - ان اندھوں کو آفتابہ ٔ زر دور سے آفتاب نظر آتا ہے - یہ حاسد گدھے کی سی فطرت کے مالک اور سرسام جہل کے مرض کا شکار ہیں -

دشمن ، خاقانی کی نظروں میں ، موذی سانپ ہیں یا ایسی لومڑی ہیں جو شیر کا بچا کھچا کھانے کی خاطر اس کے پیچھے پیچھے رہتی ہے - خاقانی ان کی ضرر رسانی اور اپنی آہ سوزاں کا ذکر اور رستم و بیژن[۱۶] کی تلمیح سے استفادہ کرتا ہے - اس کے مطابق ان کتوں (دشمنوں) کے بھونکنے سے اسے کوئی نقصان و ضرر نہیں پہنچ سکتا - وہ خود سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو عروس شعر کی زلفیں سنوارتا رہ اور انھیں شکنجہ ٔ حسرت میں مرنے دے - آخری دو شعروں میں خاقانی عجیب انداز میں دعا کرتا ہے - کہتا ہے اے خدا ! ان لوگوں کو دوزخ میں نہ ڈالیو ، اس لیے کہ جو عذاب یہ راندگان خلد میرے ہاتھوں اٹھا رہے ہیں ، ان کے لیے وہی بہت ہے

۱۶- بیژن : شاہنامہ فردوسی کا ایک کردار ، رستم کا بھانجا اور افراسیاب کی بیٹی منیژہ کا عاشق - افراسیاب نے اسے ایک اندھے کنوئیں میں قید کر دیا تھا - بعد میں رستم نے اسے اس قید سے نجات دلائی -

پھر کیا ضرور ہے کہ انھیں ہفت دوزخ میں چار میخ کیا جائے (شکنجا میں کسا جائے) - ان کے لیے ''ویل لھم''[۱۷] ہی بہت بڑی سزا ہے :

کژ خاطران که عین خطا شد صوابشان — مخراق اهل مخرقه مالک رقابشان
بر باطلند از آن که پدرشان پدید نیست — وانکه ز آدمست و ز عیسیٰ خطابشان
همچون خزینه خانهٔ زنبور خشکسال — از باد چشمه چشمه دماغ خرابشان
ابلیس وار پیر و جوانند از آنکه کرد — ابلیس هم به پیرو مصحف ، خطابشان
در مسجدند و ساخته چون مهد کودکان — هم آبخانه در وی و هم جای خوابشان
این شیشه گردنان در این خیمهٔ کبود — بی نام چون قرابه بگردن طنابشان
سحر حلال من چو خرافات خود نهند — آری یکی است بولهب و بوترابشان
ایمه جوابشان چه دهم کز زبان چرخ — ''موتوا بغیظکم''[۱۸] نه بس آید جوابشان
ای مالک سعیر بر این راندگان خلد — زحمت مکن که زحمت من بس عذابشان
در هفت دوزخ از چه کنی چار میخشان — ''ویل لهم'' عقیلهٔ من بس عقابشان

خاقانی نے مثنوی تحفۃالعراقین میں بھی دشمنوں اور حاسدوں کی مذمت میں چند اشعار کہے ہیں - عمادالدین ابوالمواہب کے مرثیے میں چند اشعار کہہ کر اس نے دنیا کو نکوہش و ذم کا ہدف بنایا ہے - جیسا کہ پہلے بیان ہوا ، خاقانی جب حاسدوں اور دشمنوں کی ہجو کرتا ہے تو اس کا لہجہ خاصا تند اور کاٹ دار ہوتا ہے - وہ انھیں ہر قسم کی ناپسندیدہ اور بری صفات سے متصف کرتا ہے ، لیکن اس تمام تر تندی و برندگی لہجہ کے باوصف اس کے یہاں دوسرے شعرا کی نسبت رکیک اور فحش گالیاں بہت کم ہیں - اب تک اس کے جتنے ہجویہ قصائد سے بحث ہوئی ہے ان میں صرف چار پانچ جگہ ایسے کلمات آئے ہیں جو درج کرنے کے لائق نہیں - اسی طرح تحفۃ العراقین میں صرف ایک جگہ غلیظ گالی آئی ہے، یعنی اس کی گرم مزاجی مسلم ، لیکن اس کی زبان بڑی حد تک غلاظت سے پاک ہے - ان اشعار میں بھی اس نے دشمنوں کو انوکھی تشبیہات وغیرہ کے پردے میں برا بھلا کہا اور ان سے اپنا موازنہ کرکے ان پر اپنی برتری ثابت کی - صرف چند اشعار دیکھیے :

۱۷- وائے ہے ان پر- قرآن کریم میں یہ کئی ایک جگہ آیا ہے- مثلاً البقرہ، آیہ ۷۹، المرسلات . . .

۱۸- سورۂ آل عمران ، آیہ ۱۱۹ ، خبردار ، تم کفار کو دوست رکھتے ہو اور وہ ہرگز تمھیں دوست نہیں رکھتے . . . جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن جب تم سے جدا ہوتے ہیں تو عالم غیظ میں اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹتے ہیں - ان سے کہو تم اپنے غیظ میں مر جاؤ- بیشک خدا دلوں کا حال جانتا ہے -

من نیز بزجرم از خری چند　　قولنجی و شوخ آسمان رند
الحاد خران و دین فروشند　　کوته نظر و دراز گوشند
چون سوزن سر شکسته زاول　　سر نی و بمانده تن معطل
من برسر عالم از سر سود　　دندانۀ تاج عنبر آلود
ویشان همه هم دربن ریاست　　دندانۀ سیر در نجاست
از گفتۀ من شده زبانور　　پس کرده زبان بگفت من تر
گاویست که عنبر آورد بر　　گاویست که هست پشکل آور
از یک نی بوریا توان کرد　　وز دیگر نی شکر توان خورد

اسی مثنوی میں چند اشعار قہستان کے راہزنوں کی ہجو میں نظر آتے ہیں ۔ ان اشعار سے پتا چلتا ہے کہ خاقانی کے ساتھ وہاں زبردست ہاتھ ہوا تھا جس نے اسے یہ ہجو کہنے پر مجبور کیا، اور یہ کہ اہل قہستان مہمان نوازی اور رستہ دکھانے اور اسی قسم کے دیگر حیلوں بہانوں سے قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے ۔ خاقانی انھیں خون ریز بھوت اور ایسے غوغا مچانے والے لوگ قرار دیتا ہے جو دن کو تو سوئے رہتے ہیں لیکن راتوں کو جاگتے ہیں ۔ خاقانی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے مسافروں وغیرہ کے لیے مہمان خانے وقف کر رکھے ہیں تا کہ وہ وہاں ٹھہر سکیں ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دن کے وقت کسی گوشے میں گویا گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور رات کو ان کا مال و اسباب لے اڑتے ہیں ۔ یہ لوگ ایسے کاموں کا دعویٰ کرتے ہیں جن کا ان سے کوئی تعلق یا ان پر کوئی اختیار نہیں ہوتا ۔ وہ چند ایک مثالیں دے کر ان کے ظاہر و باطن کے فرق کو واضح کرتا ہے ۔ آخر میں وہ انھیں عیار اور دجال کی مانند کانا کہتا ہے اور پھر سب قہستانیوں کو حیلہ گر اور فریبی قرار دیتا ہے ۔ اس کے مطابق اہل قہستان ایسے کافر ہیں جنھوں نے اسلام سے دوری اختیار کرنے کے علاوہ ابلیس کو اپنا پیغمبر مانا ہے :

غولان کمین گشای خونریز　　غوغائی و''روزخسب'' و''شب‌خیز''
حیلت گر ناقصان غادر　　تہمت گر قاصدان قاصر
با راہروان دلیل گشته　　پس راهزن خلیل گشته
در صورت گاه چاپلوسی　　در معنی عذر بی فسوسی
وز مهر و وفا بکس گذر نی　　جز جور و جفا دگر هنر نی
شیرین سخنان بظاهر حال　　واندر باطن چو زهر قتال
طرار طرق بروز بازار　　عیار و عیار مس بکردار
جاسوس و عسس همیشه هر یک　　یکدست و هزار پیشه هر یک
زینسان همه ساکنانش منکر　　چون آب تر و چو آتش اہتر

تمام اہل قہستان کو یوں لتاڑنے کے بعد بھی خاقانی کا غصہ گویا ٹھنڈا نہیں ہوا - چنانچہ وہ اس مجموعی ہجو کے بعد اب وہاں کے مختلف اہل صنعت کو باری باری اپنے غیظ کی سولی پر چڑھاتا ہے - اس ضمن میں وہ بیشتر انھی کی اصطلاحات بروے کار لاتا ہے - مثلاً رنگریزوں کے بارے میں کہتا ہے کہ انھوں نے لوگوں کو فریب دینے کی خاطر اپنے چہروں پر نیل کا نشان لگا رکھا ہے ، اور ان کے ماتھے پر جو داغ ہے وہ داغ عبادت نہیں داغ نیل ہی ہے - اب آئیے نانبائیوں کی طرف تو وہ خاقانی کے مطابق ، خائن ہیں ، شیطان صفت ہیں اور ملائک آمیز - یہاں کے باورچیوں کو لیجیے تو وہ ہاتھ میں کھلا خنجر رکھتے ہیں ، آدم خور ہیں اور مزے کی بات یہ کہ حضرت مسیح کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھتے ہیں - قصابان قہستان ظالم ہیں ، اور لوگوں کا گلا کاٹنے والے - ابدال حرامکار ہیں ، حکام راشی ، درزی خسیس اور مکار ، جولاہے کفن دوز اور درویش سیاہ دل ہیں - پیچھے کیا رہ گیا ، اس وقت کے تمام یا بیشتر پیشے اس کے قلم کا نشانہ بنے ہیں - رہ سہ کے ایک امام مسجد رہ گیا ہے جو اس کی دستبرد سے محفوظ رہا ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاقانی کو وہاں کبھی کسی مسجد میں جانے کا اتفاق نہ ہوا ہو - واللہ اعلم - بہرحال وہ ان "تباہ کیش" لوگوں کے دیار سے اپنے گذرنے کا ذکر کرکے اشہب قلم کو اس میدان میں مزید جولانیوں سے روک لیتا ہے :

صباغانش بلادری وار — بر چهره نشان نیل ادبار
تعویذ دهانش سامری وش — دود افگن و صد زبان چو آتش
خبازانش خیسانت انگیز — شیطان سار و ملائک آمیز
خیاطانش خسیس و مکار — بوجهل دل و بلال دیدار
عطارانش ببوی گنده — بر یکدیگر خیو فکنده

خاقانی نے انسانوں کے علاوہ بعض ملکوں اور شہروں پر بھی ہجو کے تیر برسائے ہیں اور ان میں بھی اس نے تشبیہات و استعارات و ترکیبات و صنائع کے استعمال میں اپنی مہارت و استادی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے - مثال کے طور پر مصر کی مذمت میں اس نے صنعت ذم شبیہ بمدح سے استفادہ کیا ہے - بظاہر وہ مصر کی تعریف کرتا ہے لیکن بعد میں اسے گھاس سے تشبیہ دے کر تشبیہ مرکب استعمال کرتا ہے- یعنی کہ کو وہ پہلے دانہ' گندم قرار دیتا ہے جو قوت بخش نہیں بلکہ روح کے ایسے ایک دام کی حیثیت رکھتا ہے ، پھر اسے ایسا خوشہ کہتا ہے جو داس (اناج کی بالی کا توڑ - درانتی) کی مانند ہے اور بعد کے شعر میں لفظ "داس" اشارہ ہے کنانتہ بن بشر کی طرف جو مصر کا رہنے والا اور حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا - آخری شعروں میں حساب ابجد کے حوالے سے اہل مصر کو اس (مصر) کی تذلیل و تحقیر کا ذمہ دار گردانا اور مصر پر ملک شام کی ، جو انبیاء علیہم السلام کا وطن تھا ، برتری و فضیلت جتائی ہے :

مصر ارچه لطیف جایگاهیست — از دانۂ کشت شام کاهیست
کاهی که چو دانۂ جنان است — نه قوت جسم ، دام جان است
کاهی که چوخوشه داس‌واراست — داسی که خلنده تر ز خار است
آن داس بچشم دین در افتاد — خونابه ز چشم دین برون داد
خورشید بجنگ مصریـانست — چون خوشه سنان کشیده زانست

اس نے بغداد کی تذمیم میں دو قطعے اور اہل بغداد کی ہجو میں چند اشعار کہے ہیں ۔ پہلا قطعہ تین اشعار پر مشتمل ہے ، دو شعروں میں صنعت تجنیس سے استفادہ کرتے ہوئے اس نے بغداد کی تعریف و توصیف کی ہے ، لیکن ساری ہجو و ذم آخری مصرعے میں ہے اور اسی ایک مصرع نے تمام توصیف پر پانی پھیر دیا ہے ۔ وہ بغداد کو باغ داد (عدل کا باغ) کہتا ہے ۔ اس کے مطابق جو کچھ بھی رنگ و بو سے متعلق ہو سکتا ہے وہ سب اس میں ہے ۔ وہ اسے سفرگاہ انجم اور نور و سرور وغیرہ کے لحاظ سے بہشت ہشتم کہتا ہے ۔ گویا وہ ہر طرح سے ایک شاندار شہر ہے لیکن (اور یہی ''لیکن'' خطرناک ہے) افسوس کہ اس میں بوے دل اور رنگ مردمی (جوانمردی ، بخشش و سخاوت) نہیں ہے ، اور حقیقت میں یہی خوبیاں وقعت رکھتی ہیں باقی سب ہیچ :

ای باغ داد و بیضۂ بغداد مرحبا — دورانگه سپهر و سفر گاه انجمی
از نورونوروسوروسرور وچراغ وباغ — چرخ چهارمی نه، که فردوس هشتمی
هستت زرنگ وبوی همه چیزهاولیک — آوخ که نیست بوی دل ورنگ مردمی

دوسرے قطعے میں تمثیل کے انداز میں بغداد کی ہجو کی گئی ہے اور اسی بنا پر یہ قطعہ سادہ اور رواں ہے یعنی اس میں کسی قسم کا مشکل یا انوکھا استعارہ اور عجیب و غریب تشبیہ و ترکیب نہیں ہے ۔ اس تمثیل کا خلاصہ یہ ہے کہ بغداد میں کرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے ۔ تمثیل ملاحظہ ہو ۔ ایک دن شاعر رات کے وقت دجلہ کے کنارے پہنچتا ہے ۔ وہاں وہ دیکھتا ہے کہ نازنینان عرب اور رندان عجم خوب داد عیش و نوش دے رہے ہیں ۔ اسی دوران میں ایک عجمی بوڑھا ، جس کی ظاہری حالت اچھی نہیں ، ضعف و ناتوانی اور تشنگی کے سبب گرتا پڑتا کنارے پر پہنچتا اور گر پڑتا ہے ۔ وہ دریا سے پانی پینا چاہتا ہے لیکن نہیں پی سکتا ۔ ایک ملاح سے پانی کے دو گھونٹ مانگتا ہے ۔ ملاح اس کے لیے پیسے مانگتا ہے ۔ بوڑھا کہتا ہے کہ میرے پاس کوئی پیسا نہیں ہے ۔ ملاح کہتا ہے ، تو پھر دفان ہوجا ۔ تمثیل ختم ہو جاتی ہے ۔ شاعر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ جس جگہ ایک بوڑھے کو پیسے کے بغیر پانی نہیں دیا جاتا وہاں کسی قسم کی بخشش و سخاوت اور جوانمردی کی کیا توقع ہو سکتی ہے ۔ اس لیے وہاں بغیر پیسے کے کوئی ڈینگ بھی نہیں مارنی چاہیے

خاقانی نے تمثیل کو دلچسپ بنانے کے لیے گفتگو کے انداز میں دو عربی مصرعے بھی دیے ہیں :

برآب دجله ز بس بوس لب نوش لبان	غنچه غنچه شده چون پشت فلک روی زمی
نازنینان عرب دیدم و رندان عجم	تشنه دل ز آرزو و غرقه تن از محتشمی
آبی از دجله چو بینم که بپیری ندهند	من ز بغداد چه گویم صفت بی کرمی
بی درم لاف ز بغداد مزن خاقانی	گرچه امروز بمیزان سخن یکدرمی

اہل بغداد کی ہجو میں کہا گیا قصیدہ کسی قدر رکاکت کا حامل ہے ، اگرچہ دو ایک اشعار کے سوا ، جن میں اس نے کھل کر بات کی ہے ، سارا قطعہ رمز و اشارہ اور تشبیہ و کنایہ میں ہے اور غالباً اس کا یہی ایک قطعہ ایسا ہے جس میں اس نے گویا زیادہ رکاکت سے کام لیا ہے چنانچہ آخر میں وہ اپنی اس ہزل گوئی کا خود اعتراف کرتا ہے - تاہم حروف بالخصوص ن کی تکرار اور چھوٹی بحر کے سبب یہ قطعہ خاصا دلچسپ اور موسیقیت سے پر ہے :

اهل بغداد را زنان بینی	طبقات طبق زنان بینی
بس کن این هزل چیست خاقانی	که ز هزل آفت روان بینی
گر بنقش زنان فرود آئی	همچو نقش زنان زیان بینی

خاقانی نے رے (موجودہ تہران) کی آب و ہوا کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے۔ وہ اس کے سر پر خاک سیاہ ڈالتا ہے - اسے اس بات کا رنج ہے کہ لوگ کس لیے اس دوزخ سرا میں زندگی بسر کر رہے ہیں - وہ وہاں کے تمام لوگوں ، سادات ، ائمہ اور اتقیا کی تو مدح و توصیف کرتا ہے لیکن آب و ہوا سے بری طرح نالاں ہے - رے کا "چہرہ" اس کے لیے بچھو کی مانند ہے - اس کے بقول اگرچہ بچھو کا زہر خاصیت کے لحاظ سے سرد ہے لیکن اس (شاعر) کی بدقسمتی سے رے کا زہر جفا تپہاے گرم کو جنم دیتا ہے - رے میں اسے بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کی بنا پر وہ اصفہان کو اس پر اس طرح برتر قرار دیتا ہے کہ کاش جان رے ، اصفہان کے تن پاک پر فدا ہو جائے اور خاک اصفہان توتیاے رے کے لیے باعث رشک و حسد ہو۔ درمیان میں وہ مذکورہ لوگوں کی تعریف کرتا ہے اور آخر میں پھر رے کو ذم کا نشانہ بناتا ہے - یہاں اس نے تمثیل سے کام لیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عزرائیل بھی رے کی وبا کے ہاتھوں تنگ آ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ اٹھتا ہے - یہ اشعار بھی سادہ انداز میں ہیں - البتہ جہاں بھی اسے موقع ملا ہے اس نے حسب عادت مختلف لفظی و معنوی صنایع سے استفادہ کیا ہے :

خاک سیاه برسر آب و هوای ری	دور از مجاوران مکارم نمای ری
درخون نشسته ام که چرا خوش نشسته اند	این خواندگان خلد بدوزخ سرای ری